Md Minhajuddin

Guest Teacher, Department of Urdu.

D. B. COLLEGE, JAYNAGAR

LNMU, DARBHANGA, (BIHAR)

مرثیہ نگاری کا فن اور اجزا

(۱)

مرثیہ عربی زبان کے لفظ رثا سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں کسی کی موت پر رونا اور آہ وبکا کرنا،شعری اصطلاح میں مرثیہ اس صنف شاعری کو کہتے ہیں جس میں کسی کی موت پر رنج وغم کا اظہار کیا جائے،جس میں مرنے والے کی خوبیاں اور اوصاف کو بیان کی گئی ہوں۔صنف مرثیہ بنیادی طور پر عربی زبان وادب کی ایک قدیم صنف ہے جو فارسی کے توسط سے اردو میں آئی۔ عربی میں سرکردہ اور عظیم شخصیات کی موت پر مرثیہ لکھنے کا رواج رہا ہے،فارسی اور اردو میں مرثیہ کا بنیادی تصور اہل بیت اور واقعہ کربلا سے مخصوص ہے،بہ الفاظ دگر حضرت حسینؓ اور شہدائے کربلا کی شہادت پر رنج والم اور درد وغم کا اظہار یہ ہے مرثیہ۔اردو میں بھی شعراء نے اپنے عزیز ورفیق اور عظیم شخصیات کی وفات پر مرثیے لکھے ہیں جنہیں شخصی مرثیہ کہا جاتا ہے(مثلاً حآلی کا ''مرثیہ غالبؔ''اور اقبآل کا مرثیہ''والدہ مرحومہ کی یاد میں'')۔

اردو شاعری میں مرثیہ ایک اہم صنف ہے،جس نے اردو شاعری کی روایت کو وسعت بخشا ہے اور اس کے دامن کو مالا مال کیا ہے۔مرثیہ کا تعلق عقائد اور جذبات سے ہے اس لئے اس صنف کو کافی مقبولیت حاصل ہوئی،جنوب سے لے کر مشرق تک مرثیہ نے خوب ترقی کی اور اردو زبان کو ایک ضخیم اور بیش قیمت ادبی سرمایا عطا کیا ہے۔مرثیہ نگاری میں مضامین کی وسعت کے ساتھ ساتھ اردو شاعری کے جملہ اصناف کی خصوصیت بھی پائی جاتی ہے،واقعات کربلا کے علاوہ کربلا کے واقعے کا پس منظر،اہل بیت کے مصائب،حق و باطل کی معرکہ آرائی،جنگ اور شہادت وغیرہ جہاں اس کے اہم موضوعات ہیں وہیں اس صنف میں قصیدہ کی شان اور شکوہ ہے تو مثنوی جیسا تسلسل بیان ہے۔

اردو میں مرثیہ نگاری کی ابتدا دکن سے ہوئی،اشرف بیابانی کی ''نوسر ہار''(۱۵۰۳ء) کو اردو کا پہلا مرثیہ مانا جاتا ہے، اس کے بعد شاہ برہان الدین جانم اور شاہ راجو نے بھی مرثیے لکھے ہیں،ان کے علاوہ ملا وجہی،محمد قلی قطب شاہ،غواصی جیسے شعرا

نے بھی مرثیے لکھے ہیں۔شمالی ہند میں مرثیہ نگاری کا آغاز روشن علی کے ’’عاشور نامہ‘‘ (۱۶۸۸ء) سے ہوتا ہے۔اس کے بعد تو شمالی ہند میں مرثیہ نگاری نے خوب ترقی کی خاص طور سے نوابین لکھنؤ کی سرپرستی میں اس صنف شاعری نے ارتقاء کے مشکل مراحل کو بآسانی طے کیا۔لکھنؤ کی ادبی فضا اور شعرائے لکھنؤ نے مرثیے کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا ہے،دلگیر، فصیح،خلیق، میرضمیر وغیرہ نے جہاں نئے نئے تجربے سے اس صنف شاعری کو ادبی استحکام بخشا تو اردو مرثیہ نگاری کے دو اہم ستون انیس اور دبیر نے اردو میں مرثیہ نگاری کو بام عروج تک پہنچایا، کربلا کو ہندوستان کی تہذیب کا حصہ بنا دیا۔

یوں تو مرثیہ کے لئے کوئی مخصوص ہیئت متعین نہیں رہی ہے،لیکن مسدس کو مرثیہ کے لئے سب سے موزوں اور سب سے مقبول ہیئت تصور کیا جاتا ہے،مرثیہ کو مسدس کی ہیئت مرزا محمد رفیع سودا نے عطا کیا ہے،سب سے پہلے سودا نے ہی مسدس کی ہیئت میں مرثیہ لکھا۔شروع میں بہت سے مرثیے غزل کے فارم میں لکھے ہیں اور بعد تک لکھے جاتے رہے ہیں، غالب کا مرثیہ ’’عارف‘‘ غزل کے فارم میں لکھا گیا بے حد عمدہ مرثیہ ہے۔علاوہ ازیں مرثیے کے لئے کئی شعرا نے مثنوی،قطعہ، رباعی اور مخمس کی شکل کو بھی اختیار کیا ہے۔ابتدائی دور میں مرثیہ کے لئے مربع سب سے زیادہ مقبول ہیئت رہی ہے، (مربع کی صورت یہ ہے کہ چار مصرعوں کا ایک بند ہوتا ہے، پہلے بند کے چاروں مصرعے ہم قافیہ یا ہم قافیہ و ہم ردیف ہوں گے اور اس کے بعد ہر بند کے تین مصرعے یکساں ہم قافیہ یا ہم قافیہ و ہم ردیف ہوں گے اور چوتھا مصرعہ ٹیپ کا مصرعہ ہوگا جو پہلے بند کے قافیہ یا قافیہ و ردیف میں ہوگا۔) لیکن مسدس کی ہیئت کو مرثیہ کے لئے سب سے موزوں ہیئت قرار دیا جاتا ہے جو مقبول عام بھی ہے (مسدس کی ہیئت اس طرح ہوگی کہ اس میں چھ مصرعوں کا ایک بند ہوتا ہے، ابتدائی چار مصرعے ہم قافیہ یا ہم قافیہ و ہم ردیف باقی دو مصرعے جدا قافیہ و ردیف میں ہوتے ہیں لیکن آپس میں ہم قافیہ یا ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتے ہیں)۔ویسے یہ بات ذہن نشیں رہے کہ مرثیہ کی پہچان اس کے موضوع سے ہوتی ہے نہ کی ہیئت سے۔

جہاں تک مرثیہ کے اجزا کا تعلق ہے ابتدا میں اجزا بھی مقرر نہیں تھے، چونکہ واقعات کربلا ہی اردو میں مرثیہ نگاری کا مرکز ومحور رہا ہے، جس میں واقعات کربلا کی تفصیل بیان ہوتی ہے۔رزم آرائی، واقعات نگاری اور جذبات نگاری کی تصویر کشی پر خصوصی توجہ دیا جاتا ہے،سانحہ کربلا سے وابستہ واقعات اور موضوعات میں کافی وسعت بھی ہے اور ان واقعات کی ایک خاص ترتیب ہے،اس لئے مرثیہ میں واقعات کی ترتیب کو ملحوظ خیال رکھتے ہوئے ایک منطقی ربط اور تسلسل قائم رکھنے کے لئے رفتہ رفتہ کچھ اجزا متعین کئے جانے لگے، جسے بعد میں میر ضمیر نے ایک ترتیب کے ساتھ متعین کر دیا،اس طرح میر ضمیر نے مرثیہ کے لئے

آٹھ اجزائے ترکیبی وضع کئے۔۔ چہرہ، سراپا، رخصت، آمد، رجز، رزم، شہادت اور بین۔

مرثیے میں اجزائے ترکیبی کا یہ تعین تو ہو گیا اور آج تک قائم ہے، لیکن تمام مراثی میں ان اجزا کا پایا جانا ممکن نہیں ہے اور نہ ہی یہ ممکن ہے کہ اجزائے ترکیبی کی یہ ترتیب قائم رہے، چونکہ صرف سانحہ کربلا ہی مرثیہ کا موضوع نہیں رہا، واقعہ کربلا کا پس منظر اور بعد کے حالات کو بھی مرثیہ نگار نے اپنا موضوع بنایا ہے لہذا ایسے موضوعات میں اس ترتیب کا لحاظ ناممکن تھا، کبھی کبھی مرثیہ نگاروں نے طوالت سے بچنے کی خاطر بھی ان اجزا کو فراموش کیا ہے، اور شخصی مرثیے میں ان اجزا کی ترتیب ویسے بھی مشکل ہی نہیں ناممکن عمل ہے۔ اردو مرثیہ میں ایسی مثالیں موجود ہیں کہ خود ضمیر نے اور ان کے بعد انیس و دبیر نے بھی ایسے مرثیے لکھے ہیں جن میں ان اجزا کی پابندی نہ ہوسکی، مثلاً میر دبیر کا ایک مشہور مرثیہ ہے ''کس شیر کی آمد سے رن کانپ رہا ہے'' یہ مرثیہ آمد سے شروع ہوتا ہے۔

مرثیہ نگاری فن شاعری کا سب سے حساس اور کٹھن عمل قرار دیا گیا ہے، اصناف سخن پر گرفت کے بغیر فکر انگیز اور جاندار مرثیہ نہیں لکھا جاسکتا، شعر پر فنی گرفت کے ساتھ فصاحت کلام، بلاغت، حساسیت، علمی و فکری بصیرت اور مواد پر دسترس مرثیہ نگار کی کامیابی کے لئے ضروری ہیں۔

☆☆☆☆☆